۷۸۶

سلسلۂ انتخاب دواوین اساتذۂ اردو زبان

انتخابِ دیوان

حصہ

آتش و ناسخ

جسکو

سید فضل الحسن حسرت موہانی اڈیٹر اردوی معلی نے مرتب کر کے

اردو پریس علیگڈھ میں چھاپا
اور شایع کیا

انتخاب دیوان آتش

حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا
تعلق روح سے مجکو جسد کا ناگوارا ہے
نظر آتی ہیں ہر سو صورتیں ہی صورتیں مجکو
کف افسوس ملواتی ہے تیری پاک دامانی
نہیں دیکھا ہے لیکن تجکو پہچانا ہے آتش نے

اے جنوں دشتِ عدم کو کوچ کا ساماں کیا
نالۂ جانکاہ نے تیشہ کو پانی کر دیا
جلد نہلا مجکو میرے خوں سے اے شمشیر یار
قامت موزوں تصور میں قیامت ہو گیا
آتش دلخستہ تیرا یا الٰہی کچھ نہ تھا

غبار راہ ہو کر چشم مردم میں محل پایا
برنگِ شمع ہم دلسوختوں نے بزم عالم میں
نظر آتے ہیں خال عنبریں گرد لبِ لعلیں
غم فرقت سے عمر رفتہ گذری بیقراری میں
ہمیشہ جوشِ گریہ سے رہا پانی میں اے آتش

دل چھٹ کے جہاں سے گور کی منزل میں رہگیا
آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوئے
سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا
زمانے میں چلن ہے چار دن کی آشنائی کا
کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے خدائی کا
نبھا کر شاہد عصمت کو جامہ پارسائی کا
بجا ہے اے صنم جو تجکو دعویٰ ہے خدائی کا

جسم کے جامے کو ہمنے چاک تا داماں کیا
مرغ و ماہی کو دل بیتاب نے گریاں کیا
دامن دل سالہا آلودۂ عصیاں کیا
چشم کی گردش نے کار رفتہ دوراں کیا
قطرۂ ناچیز کو دریائے بے پایاں کیا

نہال خاکساری کو لگا کر ہمنے پھل پایا
زباں کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا
سپاہِ زنگ نے شہر بدخشاں میں عمل پایا
تری امداد سے آرام ہمنے اے اجل پایا
کبھی تازہ نہ لیکن اپنے دل کا یہ کنول پایا

کیا رفیق ساتھ سے مشکل میں رہگیا
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہگیا
کہتی ہے تجکو خلق خدا غائبانہ کیا

زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف
طبل و علم ہے پاس نہ اپنے نہ ملک و مال
آتی ہے کس طرح سے مری قبض روح کو
یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے

جگر کو داغ میں مانند لالہ کیا کرتا
صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس امارہ
مو دہ ہفتہ بھی ہوتا تو لطف تھا آتش

پانوں زنداں سے نہ نکلا ترے سودائی کا
دھیان رہتا ہے قدِ یار کی رعنائی کا
کوہِ غم مثل پرِ کاہ اوٹھا لیتا ہوں
لحدِ تیرہ میں مجھپر جو لگا ہونے عذاب
مصرع سرو میں لاکھوں ہی نکالوں شاخیں
شہر میں قافیہ پیمائی بہت کی آتش

یار کو میں نے مجھے یار نے سونے نہ دیا
شام سے وصل کی شب آنکھ نہ جھپکی تا صبح
رات بھر کیں دلِ بیتاب نے باتیں مجھسے
باغِ عالم میں رہیں خواب کی مشتاق آنکھیں
تکیہ تک پہلو میں اوس گل نے نہ رکھا آتش

ہوا ہے عشق ہمکو اوسکے حسنِ پاک سے پیدا
کلام صاف کو اپنے جو دیکھے اوسکو حیرت ہو
ہر ایک جانب سے اوس محبوب کو خط لکھتے ہیں عاشق
غم اپنے قتل ہونیکا نہیں غم ہے تو یہ غم ہے
دعائے آتشِ خستہ یہی ہے روزِ محشر کو

قارون نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا
ہمسے خلاف ہو کے کریگا زمانہ کیا
دیکھوں تو موت ڈھونڈھ رہی ہی بہانہ کیا
آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا

لبالب اپنے لہو کا پیالہ کیا کرتا
کوئی نجاست سگ کا ازالہ کیا کرتا
اکیلے پیکے شراب دوسالہ کیا کرتا

داغِ دل ہی میں رہا لالۂ صحرائی کا
سامنا روز ہے یاں آفتِ بالائی کا
ناتوانی بھی عالم ہے توانائی کا
پھر گیا آنکھوں میں عالم شبِ تنہائی کا
باندھوں مضموں جو قدِ یار کی رعنائی کا
اب ارادہ ہے مرا بادیہ پیمائی کا

رات بھر طالعِ بیدار نے سونے نہ دیا
شادیِ دولتِ دیدار نے سونے نہ دیا
رنج و محنت کے گرفتار نے سونے نہ دیا
گرمیِ آتشِ گلزار نے سونے نہ دیا
غیر کو ساتھ کبھی یار نے سونے نہ دیا

کیا ہے نور کے بکو نکو جسنے خاک سے پیدا
یہ آئینہ ہوا ہے جوہرِ ادراک سے پیدا
حریفے ہوتے ہیں چاروں طرف کی ڈاک سے پیدا
نہ ہوگا کشتنی مجھ سا مرے سفاک سے پیدا
پئے مشتِ خاک ہووے کربلا کی خاک سے پیدا

کام کرتی رہی وہ چشم فسوں ساز اپنا
خندہ زن ہیں کبھی گریاں ہیں کبھی نالاں ہیں
پر کترنے سے تو صیاد چھری ہی پھیرے
روٹھکر ملنے جو جاتا ہوں تو کہتا ہے وہ شوخ
خیر اول و آخر نہیں مطلق آتش

ادب تا چند اے دست ہوس قاتل کے دامن کا
جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیاں رکھکر
مے گلرنگ سے چھلکی جو سرخی پان کی اسمیں
سمجھتے تھے نہ ہم اتنا دراز اے جنوں تجھکو
کیا اک آئین تیغ قضا نے صاف دو ٹکڑے

کوئی عشق میں مجھسے افزوں نہ نکلا
بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
رہا سالہا سال جنگل میں آتش

تن سے بار سر آمادہ سودا اوترا
حال مجنوں تو نہیں نوع دگر دیکھا کچھ
باغ سے باد بہاری کی ہے آمد آمد
سیر رکھتا ہے طبیعت کو کلام شیریں
شاخ گل کو بھی نہ آتش نے چھوا تھا سیر

جبکہ رسوا ہوئے انکار سے سچ بات ہیں کیا
کوئی اندھا ہے تجھے ماہ کہے اے خورشید
آتش مست جو ملجائے تو پوچھوں اس سے

کون وارفتہ نہیں تیرے طرحداری کا
لب جان بخش کو اعجاز کا عیسی سے قبیل

لب جان بخش دکھایا کئے اعجاز اپنا
ناز خوباں سے ہوا ہے عجب انداز اپنا
قصہ کوتاہ کرے حسرت پرواز اپنا
کل خفا تم تھے مزاج آج ہے ناساز اپنا
نہ تو انجام ہے معلوم نہ آغاز اپنا

سنبھل سکتا نہیں اب وحشی سے بوجھ اپنی گردن کا
ہمارے اوسکے پردہ رہگیا دیوار آہن کا
گلوئے یار پر عالم ہوا شیشے کی گردن کا
گریباں سے تعلق ہوگیا موقوف دامن کا
گماں ہی رہگیا دشمن کو آتش اپنے جوشن کا

کبھی سامنے ہوکے مجنوں نہ نکلا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا
مرے سامنے بید مجنوں نہ نکلا

شکر ہے خنجر قاتل کا تقاضا اوترا
ساربان آج ہے کیوں چہرۂ لیلے اوترا
طاق میخانہ سے ہے ساغر مینا اوترا
من و سلوا ہے یہ اپنے لئے گویا اوترا
خوں تری آنکھوں میں اے بلبل شیدا اوترا

اے صنم لطف ہے نزدیکی ملاقات میں کیا
فرق ہوتا نہیں انسان سے ذرات میں کیا
تونے کیفیت اٹھائی ہے خرابات میں کیا

حوصلہ سبکو ہے یوسف کی خریداری کا
ساحری کشتہ ہے آنکھونکی فسونکاری کا

اسنے دکھلائی مجھے صورت ابر رحمت
آفتیں ڈھاتی ہے وہ نرگس فتاں کیا کیا
حسن میں پہلوے خورشید مگر دابے گا
چشم بینا بھی عطا کی دل آگہ بھی دیا
دوست نے جب نہ دم ذبح سسکتا چھوڑا
کوئی مردود خلایق نہیں مجھسا آتش

وہ نازنین یہ نزاکت میں کچھ یگانہ ہوا
شب اوسکے افعیٔ گیسو کا جو فسانہ ہوا
تونگروں کو مبارک ہو شمع کافوری
نپوچھ حال مرا چوب خشک صحرا ہوں
خدا دراز کرے عمر چرخ نیلی کی
ہمیشہ شام سے ہمسایۂ مرہی آتش

خوشی ہوتے ہیں ناداں ہنکر کمخواب کا جوڑا
شعاع حسن سے پوشاک کا عالم دگرگوں ہے
حبابکا رنگ بھی ہو بار جس نازک طبیعت پر
شب فرقت میں کافر ہو نہ میری آنکھ جھپکی ہو
لگاؤں ماہ کے سر پر اگر ہاتھ آئی لے آتش

آنکھیں عاشق کو نہ تولے گل رعنا دکھلا
حوصلہ کیا عندلیب خانماں برباد کا
گردش چشم بتاں سے ملگیا میں خاک میں
گرد رہ سے کو سمجھتے ہیں مجھے آدم ذلیل
اے پری مردوں کو ہی تیرا جو دیوانہ نہیں
اب بھی اوبت آجو آتا ہے خدا کیواسطے

میں تو آتش ہوں غلام اپنی سیہ کاری کا
داغ دیتی ہے مجھے گردش دوراں کیا کیا
دور کھنچتا ہے ہمارا مہ تاباں کیا کیا
میرے اللہ نے مجھپر کئے احساں کیا کیا
میرے دشمن ہوئے ہنس ہنس کے پشیماں کیا کیا
کیا کہوں کہتے ہیں ہندو مسلماں کیا کیا

جو چھنی پھولنکی بدھی تو دردِ شانہ ہوا
ہوا کچھ ایسی بندھی گل چراغ خانہ ہوا
قدم سے یار کے روشن غریب خانہ ہوا
لگا کے آگ مجھے کارواں روانہ ہوا
یہ بیکسوں کے مزاروں کا شامیانہ ہوا
ہمارا نالۂ دل گوش کو فسانہ ہوا

کفن ہے عاقبت اس عالم اسباب کا جوڑا
تمامی کا نہیں اوس فتنۂ احباب کا جوڑا
بھلا پہنے وہ کیونکر پاؤں میں جراب کا جوڑا
عبث پہناں غش نے آکے مجھپر خواب کا جوڑا
ستارونکا وہ پائے مہر عالمتاب کا جوڑا

بیتابیونکا کسی ناداں کو تماشا دکھلا
روئے گل بھولے جو منہ دیکھے مرے صیاد کا
آسماں کو شوق باقی رہگیا بیداد کا
آنکھوں میں گھر ہے مری خاکستر برباد کا
شہر پر عالم ہے صحرا اے جنوں آباد کا
غم کلیجا کھا رہا ہے آتش ناشاد کا

وحشتِ دل نے کیا ہے وہ بیاباں پیدا
سینکڑوں کوس نہیں صورتِ انساں پیدا

خارِ دامن سے الجھتے ہیں بہار آئی ہے
چاک کرنے کو کیا گل نے گریباں پیدا

نشۂ مے میں کھلی دشمنیِ دوست مجھے
آبِ انگور نے کی آتشِ پنہاں پیدا

موجد اسکی ہے سیہ روزی ہماری آتش
ہم نہ ہوتے تو نہ ہوتی شبِ ہجراں پیدا

فریبِ حسن سے گبر و مسلماں کا چلن بگڑا
خدا کی یاد بھولا شیخ بت سے برہمن بگڑا

نہیں بیوجہ ہنسنا اس قدر زخمِ شہیداں کا
تری تلوار کا منہ کچھ نہ کچھ لے تیغ زن بگڑا

امانت کی طرح رکھا زمیں نے روزِ محشر تک
نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تارِ کفن بگڑا

لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

بناوٹ کیفِ مے سے کھل گئی اس شوخ کی آتش
لگا کر منہ سے پیمانہ کو وہ پیماں شکن بگڑا

نچھوٹے گا چھڑا کر اسکو اے قاتل بن لڑے کا
وفاداروں کے خونکا داغ کیا دھبا ہی چھٹنے کا

زوالِ حسن ہے عاشق کنارہ کرتے جاتے ہیں
بہارِ باغ ہوتی ہے خزاں موسم ہے پت جھڑ کا

عجب محبوب باشوکت ہے اے بادِ بہاری تو
صدائے خندۂ گل ہے سواری کا تری کڑکا

روا رکھ کلفتِ ایام میں بھی قدر نیکوں کی
پھٹے کپڑوں میں بھی اونکو سمجھ ہے لعل گودڑ کا

سمجھ لیتے ہیں مطلب اپنے اپنے طور پر سامع
اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

ہے جب سے دستِ یار میں ساغر شراب کا
کوزے کا ہو گیا ہے کٹورا گلاب کا

صیاد نے تسلیِ بلبل کے واسطے
کنجِ قفس میں حوض بھرا ہے گلاب کا

مسجد سے میکدے میں مجھے نشہ لے گیا
موجِ شراب جادہ تھی راہِ صواب کا

چاہے شکستِ جہل تو تحصیلِ علم کر
وابستہ یہ طلسم ہے لوحِ کتاب کا

آتش کی التجا ہے یہی تم سے یا علی
صدمہ نہو فشارِ لحد کے عذاب کا

چمن میں شب کو جو وہ شوخ بے نقاب آیا
یقین ہو گیا شبنم کو آفتاب آیا

اون انکھڑیوں میں اگر نشۂ شراب آیا
سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا

اسیر ہونے کا اللہ رے شوق بلبل کو
جگایا نالوں سے صیاد کو جو خواب آیا

کسیکی محرمِ آبِ رواں کی یاد آئی
حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا

محبت سے و معشوق ترک کر آتش

رنج راحت کا مرے واسطے سامان ہوگا
عود کرنے کا نہیں روح نکل کر تن سے
اوسکے عاشق ہیں بس خورد و بزرگ اے آتش

ظہور آدم خاکی سے یہ ہمکو یقین آیا
ہنسین تیرے کرم سے جام مثل برق اے ساقی
پری شیشے میں او تری کہیئے یا قالب میں روح آئی
مصور کو تری تصویر کا سودا مبارک ہو
نہوگا حسن کا تجھسا بھی عاشق کوئی دنیا میں

فرط شوق اوس بت کے کوچے میں لگا لیجائیگا
حسن دکھلا ویگا اسے بت تجھ میں شان اسکی

لبھاتا ہی نہایت دل کو خط رخسار جانان کا
چھری صیاد نے حلقوم بلبل پر جو پھیری ہے
خط نورس سنے دوا لب جان بخش کے بوسے
خدا سر دے تو سودا دے تری زلف پریشاں کا
بہار آئی ہے سائل ساغر مے کا ہو ساقی سے

گوش زد جسکے تمہاری چشم کا افسانہ تھا
خواب میں مجھکو خیال نرگس مستانہ تھا
اے پری پیکر نہ جب تک میں ترا دیوانہ تھا
اوٹھتے ہی تیرے دگرگوں ہوگیا رنگ نشاط
واہ ورے انداز و ناز اللہ رے کبر و غرور
آج کل سے سلسلہ مہر و محبت کا نہیں
پردہ ہائے گوش تک سننے کو آجاتی ہے جاں

سفید بال ہوئے موسم خضاب آیا

مشعل راہ عدم داغ عزیزاں ہوگا
پھر نہوگا یہ گھر آباد جو ویراں ہوگا
رشک ہے گا مجھے گر طفل بھی گریاں ہوگا

تماشا انجمن کا دیکھنے خلوت نشیں آیا
مبارک ہو وے ہمکو ابر باراں آفریں آیا
عجب انداز سے آغوش میں وہ نازنیں آیا
مقام گیسوئے مشکین و خال عنبریں آیا
نیاز اوس سے کیا پیدا نظر جو نازنیں آیا

کعبۂ مقصود تک مجکو خدا لیجائیگا
تیرے آگے عالم اپنی التجا لیجائیگا

گھسیٹے گا مجھے کانٹوں میں سبزہ اس گلستاں کا
بنا ہے نخل ماتم ہر شجر میری گلستاں کا
دکھایا خضر نے آتش کو چشمہ آب حیواں کا
جو آنکھیں ہوں تو نظارہ ہو ایسے سنبلستاں کا
چمن سرسبز ہیں آتش کرم ہی ابر باراں کا

آ ہوئے مست اوسکی آنکھوں میں سگ دیوانہ تھا
آنکھ کھولی تو لبالب عمر کا پیمانہ تھا
یہ جو روشن ہے چراغ حسن بے پروانہ تھا
جام خالی میکدے میں سنگ ماتم خانہ تھا
جان یاں جاتی رہی واں ناز معشوقانہ تھا
عالم ارواح میں میرے تیرے یارانہ تھا
کس قدر دلچسپ حسن یار کا افسانہ تھا

حال پر اپنے توجہ کی نظر تھی جن دنوں
حسن دیگر عاشق شیدا دیے اللہ نے

بلبل کو ساز وار ہو موسم بہار کا
باغ طلسم چہرۂ رنگین ہے یار کا
اوس بادشاہ حسن کے ..... کا فقیر ہوں
وعدہ خلاف یار سے کیونکر پیام بر

فصل بہار آئی کہیں قطع ہو چکے
گرینگے افترے شاعر قبائے یار پر کیا کیا
گیا ہوں بعد مدت کے جو میں دیوانہ صحرا میں
شب فرقت میں اوس کان ملاحت کے تصور نے
رکی دان بھی طبیعت بدگمانی سے محبت کی
ہوا جو گوش زد افسانہ حسن یار کا آتش

گلوں نے کپڑے پھاڑے ہیں قبائے یار پر کیا کیا
کیے ہیں شکر کے سجدے جفائے یار پر کیا کیا
سمجھا رکھا ہے احوال قیامت ہمنے آنکھوں کو
کیا ہے خوش خرام ناز کا عالم جو دکھلا کر
نہیں آنیکا میرے بعد شانہ کا خیال آتش

مر گئے پر نہ اثر حب شفا کا دیکھا
تیرے پھرتے ہی اداسی سی چمن پر چھائی
ہر ستارے سے لڑی آنکھ مرا ایک گل سے لگا
ذرے کی طرح سے ہمنے بھی لڑائیں آنکھیں
کوے قاتل کا تماشا ہے دکھلا آتش
ناز و ادا کو ترک مرے یار نے کیا

آفتاب ذرہ پرور جلوۂ جانانہ تھا
ان بتوں کو لازم آتش سجدۂ شکرانہ تھا

عہد شباب مجھکو مبارک ہو یار کا
رہتا ہے چار فصل میں موسم بہار کا
ظل ہما سواد ہے جسکے دیار کا
آنکھوں کو روگ دیگئے ہو انتظار کا
دامن سے سلسلہ یہ گریبان کے تار کا

بند چھین گئے باندھنوں دس لٹ پٹی دستار پر کیا کیا
پڑی ہیں آبلوں کی آنکھ نوک خار پر کیا کیا
نمک چھڑکا ہے زخم دیدۂ بیدار پر کیا کیا
چمن میں گل سے کھٹکا ہوں میں قرب خار پر کیا کیا
ہماری رال ٹپکی شربت دیدار پر کیا کیا

حنا پس پس گئی ہے دست و پائے یار پر کیا کیا
رہا ہے دل مرا راضی رضائے یار پر کیا کیا
بندھی گی ٹکٹکی اپنی لقائے یار پر کیا کیا
ملیں ہیں ہمنے آنکھیں پت پائے یار پر کیا کیا
پڑیں گے پیچ گیسوے رسائے یار پر کیا کیا

دردمندوں نے ترے منہ نہ دوا کا دیکھا
رنگ بیرنگ گلستان کی ہوا کا دیکھا
تھا تماشا جو کچھ اس ارض و سما کا دیکھا
رخ جب اپنی طرف اوس مہر لقا کا دیکھا
گرم جسنے نہو بازار فنا کا دیکھا

غمزہ نیا یہ ترک ستمگار نے کیا

قامت تری دلیل قیامت کی ہوگئی
کام آفتاب حشر کا رخسار نے کیا

فرصت ملی نہ گریہ سے اک لحظہ عشق میں
پانی مرے لہو کو اس آزار نے کیا

اعجاز کا عجب لب جان بخش سے نہیں
پیغمبر اوسکو مصحف رخسار نے کیا

طرہ کی طرح سے دل عاشق کو پیچ میں
کس کس لپیٹ سے تری دستار نے کیا

آنکھوں کو بند کرکے تصور میں باغ کے
گلشن قفس کو مرغ گرفتار نے کیا

اولٹا اودھر نقاب تو پردے پڑے ادھر
آنکھوں کو بند جلوۂ دیدار نے کیا

لذت کو ترک کر تو ہو دنیا کا رنج دور
پرہیز بھی دوا ہے جو بیمار نے کیا

دیوان حسن یار کی آتش جو سیر کی
دیوانہ بیت ابرو خمدار نے کیا

قابو میں یار عشق کی تاثیر سے ہوا
کیا حسن اتفاق یہ تدبیر سے ہوا

جھڑنے لگے جو منہ سے اوس آرام جان کے پھول
دل باغ باغ یار کی تقریر سے ہوا

آئینۂ خیال کو منظور تو رہا
جب سامنا ہوا تری تصویر سے ہوا

مارا پڑا میں جنبش ابرو سے بیگناہ
رتبہ شہید کا تری شمشیر سے ہوا

پتھر کا کیا مرقع عالم کے حسن پر
ہر روز عشق اک نئی تصویر سے ہوا

اسے پیر عقل پھر نہیں آتش ترا مرید
تقدیر کے خلاف جو تدبیر سے ہوا۔

تری مستانہ آنکھوں کی نہ گردش کا اثر دیکھا
مے گلرنگ سے سو سو طرح پیمانہ بھر دیکھا

سواد گیسوئے مشکیں میں ظلمت شام کی پائی
بیاض گردن محبوب میں نور سحر دیکھا

ہما تو ہی نظر آیا نظر آیا جو دنیا میں
جسے دیکھا اوسے آلودۂ گرد سفر دیکھا

خدا کی شان اے بت جلوہ گر ہے حسن تیرے
تجلی طور پہ دیکھی جو تجھکو بام پر دیکھا

بدخشاں و یمن چھانا لگائے غوطے دریا میں
نہ لب سا لعل اے آتش نہ دنداں سا گہر دیکھا

صوفیوں کو وجد میں لاتا ہے نغمہ ساز کا
شبہہ ہو جاتا ہے پردے سے تری آواز کا

یہ اشارہ ہمسے ہے اوس کی نگاہ ناز کا
دیکھیے تیر قضا ہوتا ہے اس انداز کا

حیرت آنکھوں کو ہے نظارہ میں اوس محبوب کے
یہ نہیں کھلتا کہ دل کشتہ ہے کس انداز کا

کھینچ دیتا ہے شبیہ شعر کا خاکا خیال
فکر رنگیں کام اوس پر کرتی ہے پرداز کا

بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کر کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

بلائے جان مجھے ہر ایک خوش جمال ہوا
چھری جو تیز ہوئی پہلے میں حلال ہوا

گر دہوا تو اسے چھوٹنا محال ہوا
دل غریب مرا مفلسوں کا مال ہوا

کمی نہیں تری درگاہ میں کسی شے کی
وہی ملا ہے جو محتاج کا سوال ہوا

دکھا کے چہرۂ روشن وہ کہتے ہیں سر شام
وہ آفتاب نہیں ہے جسے زوال ہوا

سنا جمیل بھی تیرا جو نام اے محبوب
ہزار جان سے دل بندۂ جمال ہوا

شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا
بغل میں صنم تھا خدا مہربان تھا

مبارک شب قدر سے بھی وہ شب تھی
سحر تک مہ و مشتری کا قران تھا

وہ شب تھی کہ تھی روشنی جسمیں دن کی
زمین پر سے اک نور تا آسماں تھا

نکالے تھے دو چاند اوسنے مقابل
وہ شب صبح جنت کا جسپر گماں تھا

عروسی کی شب کی حلاوت تھی حاصل
فرحناک تھی روح دل شادماں تھا

مشاہد جمال پری کی تھیں آنکھیں
مکان وصال اک طلسمی مکاں تھا

حضوری نگاہوں کو دیدار سے تھی
کھلا تھا وہ پردہ کہ جو درمیاں تھا

کیا تھا اوسے بوسہ بازی نے پیدا
کمر کی طرح سے جو غائب دہاں تھا

حقیقت دکھاتا تھا عشق مجازی
نہاں جسکو سمجھے ہوئے تھے عیاں تھا

بیان خواب کی طرح جو کر رہا ہے
یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جواں تھا

زعم میں اپنے یہ نافہم جو استاد ہیں سب
معترض ہوجیے تو قابل ایراد ہیں سب

آج کل چاہنے والوں سے خفا ہے وہ شوخ
مستحقان کرم مورد بیداد ہیں سب

قطع ہو جائے اگر سلسلۂ مہر و وفا
پھر گرفتار نہیں ہے کوئی آزاد ہیں سب

شوق ہے دل میں تو آنکھوں میں تصور اوسکا
منزلیں جلوۂ محبوب کی آباد ہیں سب

دل نہ کیونکر ہو حسینان جہان پر مائل
غیرت حور ہیں سب رشک پریزاد ہیں سب

قامت یار ہے بانی قیامت آتش
فتنہ پردازیاں اوس ستمگر کی ایجاد ہیں سب

روز و شب ہنگامہ برپا ہے میان کوی دوست
ہڈیوں پر میری لڑتے ہیں سگان کوی دوست

جور کی تعریف گویا یار کی تعریف تھی
ذکر کو جنت کے مین سمجھا بیان کوے دوست

ہمنشین کہتے ہیں افسانہ سے آجاتی ہے نیند
ہجر کی شب میں سنونگا داستان کوے دوست

رشک اسے کہتے ہیں میری صاف اوسے سمجھا رقیب
صورت دیوار اگر دیکھی میان کوے دوست

قاصدون کے پانون توڑے بدگمانی نے مری
خط دیا لیکن نہ بتلایا نشان کوے دوست

آتش اہل کربلا سے چلکے اب کہتا ہوں میں
اے خوشا طالع تمہارے ساکنان کوے دوست

تارتار پیرہن میں بھر گئی ہے بوے دوست
مثل تصویر نہالی میں ہوں یا پہلوے دوست

ہجر کی شب ہو چکی روز قیامت سے دراز
دوش سے نیچے نہیں اوترے ابھی گیسوے دوست

واہ ری شانہ کی قسمت کسکو یہ معلوم تھا
پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہ ہاے موے دوست

یاد کرکے اپنی بربادی کو رو دیتے ہیں ہم
جب اوڑا لائی ہے ہواے تند خاک کوے دوست

اوس بلاے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے
دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

فصل گل ہے لوٹیے کیفیت میخانہ آج
دولت ساقی سے مالا مال ہے پیمانہ آج

جلوۂ حسن پری دکھلا رہی ہے فصل گل
عقل کل کہیے اوسے جو کوئی ہے دیوانہ آج

آمد آمد اوس سراپا نور کی ہے بزم میں
شمع اوڑ جاوے جو ہاتھ آوے پر پروانہ آج

مجھسے دریا نوش کو ساقی پلاتا ہے شراب
دیکھتا ہوں میں بھی ظرف شیشۂ پیمانہ آج

نزع کی مشکل بھی آسان ہوتی ہے آتش ضرور
شاہ مردان سے طلب کر ہمت مردانہ آج

قاتل اپنا جو کرے گنج شہیدان آباد
دہن زخم کہیں خانۂ احسان آباد

کوچۂ یار میں ہو روشنی اپنے دم کی
کعبہ و دیر کریں گبر و مسلمان آباد

کثرت داغ محبت سے الہی بھر دے
منزل دل کو کریں آکے یہ مہمان آباد

جس طرف دیکھیے آتا ہے نظر وہ محبوب
جلوۂ یار سے ہے عالم امکان آباد

ساری رونق ہے یہ دیوانوں کے دم کی آتش
طوق زنجیر سے ہوتا ہے زندان آباد

اے جنون رکھیو بیابان کو سواری تیار
آج گل چلنے کو ہے باد بہاری تیار

دل تو کہتا تھا نکل چلنے کو پر چلتے وقت
پیشتر دل سے ہوئی جان ہماری تیار

سرمہ اندھیر ہے حنا قہر قیامت مستی
فتنہ انگیزی کی ترکیبیں ہیں ساری تیار

اس زمانے میں سپاہی نہیں بیگاری ہیں
تخت تابوت کہاں بنکے غبار اڑ جاؤ

نہ تو تلوار سجی ہے نہ کٹاری تیار
باد کے گھوڑے کی آتش ہی سواری تیار

حکم رانی پہ ہوا میلِ سلیمان بہار
زخم خنداں یار بن ہے روے خندان بہار
لالہ و گل سے ہنوز آباد ہے بزم چمن
نخل ماتم کی طرح ہوں بوستان دہر میں

عشقِ پیچاں بن گیا طغراے فرمان بہار
تیر باران بلا ہے مجھکو باران بہار
سرو و شمع سبزہ ہے سنبل شبستان بہار
نے سزاوار خزاں آتش نہ شایان بہار

گرد کلفت جم رہی ہے ہر زبان بالاے سر
پار اوتر جاؤں کرم سے تیرے ای بادمراد
بلبل و قمری برابر دونوں تڑپتے ہیں ہلال
کونسا حلقہ ہے جسمیں اک دل عاشق نہیں
قتل جب چاہے کرے آتش وہ ترک جنگجو

کیا زمین پیدا کریگا آسمان بالاے سر
زیر پا کب سے ہے کشتی بادبان بالاے سر
گل کو رکھتا ہے جو وہ سرور وان بالای سر
طرۂ گیسو ہے اوس گل کو گران بالاے سر
نے گلے میں ہے زرہ نے خودیان بالای سر

ذرہ خورشید ہو پہونچے جو دربار کے پاس
سکڑوں تشنۂ دیدار ہیں معلوم نہیں

سایہ بن جاے ہما لوٹ کے دیوار کے پاس
کسکی قسمت کا ہی پانی تری تلوار کے پاس
خندہ زن گل کی طرح بیٹھکے ہو خار کے پاس

باغ عالم میں جو رکھا ہی قدم ای آتش
جلا میں شمع کے مانند عمر بھر خاموش

تمام عمر کٹی قصہ مختصر خاموش

کام ہے شیشہ سے ہمکو اور نہ ساغر سے غرض
فرش قالین و نمد کا آشنا ہوتا نہیں

مست رہتے ہیں شراب روح پرور سے غرض
آتشِ درویش کو ہے اپنے بستر سے غرض

سبزے سے خطِ یار کے ہوتا ہی غم غلط

کیونکر کہیں نوشتۂ قسمت کو ہم غلط

نشۂ عشق کا اثر ہے شرط
قول پر قول ہمسے یار سے ہے
یہ تمنا ہے بندگی تیری
توبۂ مے کے توڑنے کے لئے
عشق میں صبر کار مشکل ہے

لب خشک اور چشم تر ہے شرط
شرط پر شرط شرط پر ہے شرط
اوس قدر ہو کہ جس قدر ہے شرط
ساقی غیرت قمر ہے شرط
دل کے خون کرنے کو جگر ہے شرط

طور سے گیا کیا تجلی نے
معرکہ عشق کا ہے یان آتش

اللہ ہو دے بلبلِ ناشاد کی طرف
لایا ہے عشق حُسن کا تیرے کشاں کشاں
سمجھے نہ معصیت کوئی اپنا تو ہے عشق
طاقت ہے کسکی دیکھے جو رغبت کی آنکھ سے
آتش یہ وہ زمین ہے کہ جس میں شفیق من

کسی حسین کی ہو کیا قدر یار کے نزدیک
شراب منہ کی کرتی ہے فصل گل تکلیف
کرو رکو رہے سے میخانہ دور ہو ہرچند
بلا سے ایک اگر شتہ ہو گیا مجھیا
ہزار بیت کیلیے فلک نے اے آتش

درد دل کا جو کہا میں نے فسانہ شب وصل
صبح ہوتے ہوئے اوس بُت نے قدم رنجہ کیا
مرتے ہیں رشک کے مارے ہیں دیوار رقیب
وقت کو ہاتھ سے کھوتا ہے غضب غفلت ہیں
یار وحشی کو یہ لائی ہے بغل میں آتش

غیرت مہر رشک ماہ ہو تم
جس نے دیکھا تمہیں وہ مر ہی گیا
ہے یہ پردہ وہی حجاب کا ہے
ہے تمھارا خیال پیش نظر
دونوں بندے اوسی کے ہیں آتش

مرے صنم کا کسیکو مکان نہیں معلوم

حُسن بے پردہ سے حذر سے شرط
پانوں پر تیغ زن کے سر ہے شرط

گلچین جو بو لتا ہے تو صیاد کی طرف
آتا تھا کون عالم ایجاد کی طرف
مدنظر ہے حُسن خداداد کی طرف
اوس فتنہ و فساد کی بنیاد کی طرف
سودا ہوا ہے میرے اوستاد کی طرف

وہ گلعذار ہے یکتا ہزار کے نزدیک
دن آتے ہیں بطِ مے کے شکار کے نزدیک
کرم کرے تو ہے ابر بہار کے نزدیک
تری نمود تو قاتل ہے جار کے نزدیک
بلند قدر ہیں ہم اعتبار کے نزدیک

نیند آنے کا ہوا اوسکو بہانہ شب وصل
نہ رہا شکر و شکایت کا زمانہ شب وصل
شور کرتا ہے جو پازیب کا دانہ شب وصل
موت سے کم نہیں تجھ نیند کا آنا شب وصل
دام عنقا ہے جسے کہتے ہیں دانا شب وصل

خوب صورت ہو بادشاہ ہو تم
حُسن سے تیغ بے پناہ ہو تم
کوچہ گردوں سے رو براہ ہو تم
جس طرف جائیں سدّ راہ ہو تم
خواہ ہم اس میں ہوویں خواہ ہو تم

خدا کا نام سُنا ہے نشاں نہیں معلوم

سپرد کسکے مرے بعد ہوا امانتِ عشق — اوٹھائے کون یہ بار گراں نہیں معلوم
کھلی ہے خانۂ صیاد میں ہماری آنکھ — قفس کو جانتے ہیں آشیاں نہیں معلوم
کنار آب چلے وہ رجام یا لب کشت — تنکار ہو وے بطِ مے کہاں نہیں معلوم
چھوٹینگے زیست کے پھندسے کب اے آتش — جنازہ ہو گا کب اپنا رواں نہیں معلوم

قید ہستی سے ہنوز آزادگی حاصل کہاں — روح سے چھوٹا ہے یہ زندان آب و گل کہاں
طوف کوے یار کی حسرت نہیں نکلی ابھی — طے ہوئی ہے کعبۂ مقصود کی منزل کہاں
عشق کے صدمے اوٹھانیکو جگر بھی چاہیے — خون ہوا میری طرح آتش کسیکا دل کہاں

بدن سا شہر نہیں دل سا بادشاہ نہیں — حواس خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہیں
صدا یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے — عمل جو نیک ہوں تو ایسی خواب گاہ نہیں
نہ پاک ہوگا کبھی حسن و عشق کا جھگڑا — وہ قصہ ہے یہ کہ جسکا کوئی گواہ نہیں
فقیر بنکے قدم مار اسمیں اے آتش — طریق احمدِ مرسل سی شاہراہ نہیں

زنار عشق بت میں رگ جان ہے اندنوں — ناقوس برہمن دل نالاں ہے اندنوں
آباد میرا خانۂ ویراں ہے اندنوں — سیلاب مجھ غریب کا مہماں ہے اندنوں
دامن ہی اپنے ہاتھ میں اک تنگِ ماہ کا — پیشِ نظر ہلالِ گریباں ہے اندنوں
آتا ہے سیر باغ کو وہ گوہر مراد — پھیلائے گل کے پاس جو داماں ہے اندنوں
جوہر شناس جمع ہیں آتش ہے معرکہ — شمشیر ہے وہی کہ جو عریاں ہے اندنوں

برق کو اسپر عبث گرنے کی ہیں تیاریاں — برگ گل ہی آشیاں کو اپنے ہیں چنگاریاں
عہد طفلی میں بھی تھا میں بسکہ سودائی مزاج — بیڑیاں منت کی بھی پہنیں تو پہنے بھاریاں
موت کے آتے ہی ہمکو خود بخود نیند آگئی — کیا اوسکی یاد میں کرتے تھے شب بیداریاں

وہ بزم ہے یہ کہ لاخیسہ کا مقام نہیں — ہمارے گنجفے میں بازیِ غلام نہیں
چمن سے بلبل و قمری کا عشق حیرت ہے — ثبات گل کو نہیں سرو کو قیام نہیں
بتوں کے قہر و غضب کا کسے ہے اندیشہ — خدا نہیں یہ پیمبر نہیں امام نہیں
بلند و پست سبکدوش کو برابر ہے — نسیم بے سر و پا کا کہاں مقام نہیں

بلند ہو نہ زمیں سے مرا مزار آتش
نشان قبر سے منظور مجھکو نام نہیں

شمع گل ہو دی جو صبح شب ہجراں مانگوں
اوس پڑنی بھی ہو موقوف جو باراں مانگوں

خاک میں بھی جو ملوں میں تو کسی صحرا میں
تمسے مٹی بھی نہ اے گبر و مسلماں مانگوں

خانۂ دل میں کروں داغ محبت کو طلب
روشنی کے لیے اس گھر کے جو مہماں مانگوں

ملتی ہو مانگنے سے باغ جہاں میں جو مراد
گل سے بلبل کے کفن کے لیے داماں مانگوں

کب سے در پر ترے سائل ہوں میں آتش کیطرح
وہ ملے مجھکو جو کچھ اے شہ خوباں مانگوں

اوسکی رسوائی بھلا منظور کیونکر کریں
میرے ماتم میں عزیزان چشم تر کیونکر کریں

شام سے سویا ہے بالوں سے چھپا کر منہ کو یار
یہ شب غم دیکھیے عاشق سحر کیونکر کریں

حاصل اہل محبت غیر محرومی نہیں
بید مجنوں ہوکے امید ثمر کیونکر کریں

درد سر کے واسطے صندل نہ رگڑا جائیگا
ہوسکے آتش نہ جو وہ درد سر کیونکر کریں

بلا اپنے لیے دانستہ نادان مول لیتے ہیں
عبث جی بیچکر الفت کو انساں مول لیتے ہیں

میں اوس گلشن کا بلبل ہوں بہار آنے نہیں پاتی
کہ صیاد آنکر میرا گلستاں مول لیتے ہیں

مگر جانا نہیں شاید کہ یاں سے اہل عالم کو
یہ وہ دن کے لیے کیا قصر دیوان مول لیتے ہیں

ہمارا شعر ہر اک عالم تصویر رکھتا ہے
مرقع جانکر ذی فہم دیواں مول لیتے ہیں

کہ یہ آتش نالۂ عشاق معشوقوں کو بھایا ہے
کہ صیادوں سے مرغان خوش الحان مول لیتے ہیں

تصور سے کسی کے پینے کی ہے گفتگو برسوں
رہی ہے ایک تصویر خیالی روبرو برسوں

ہوا مہماں آکر رات بھر وہ شمعرو برسوں
رہا روشن مرے گھر کا چراغ آرزو برسوں

برابر جان کے رکھا ہے اوسکو مرتے مرتے تک
ہماری قبر پر رویا کریگی آرزو برسوں

بھلا ہے کاشتکار ابر و ہوا میں جاکے کھیلا کر
کیا ہے غم غلط ہمنے کنار آبجو برسوں

دیا ہے حکم تب پیر مغاں نے سجدۂ خم کا
کیا ہے جب شراب ناب سے ہمنے وضو برسوں

چاند سے منہ کو ترے یاد کیا کرتے ہیں
ہم شب ماہ میں فریاد کیا کرتے ہیں

ایک سا ظاہر و باطن نہیں معشوقوں کا
پردۂ ناز میں بیداد کیا کرتے ہیں

شاعروں نے قد موزوں کو ترے دیکھا ہے
مصرعۂ سرو ایجاد کیا کرتے ہیں

کیا کہوں یار سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے — حضرت دل جو کچھ ارشاد کیا کرتے ہیں

سنتے ہیں شوق شہادت کا جو میرے شہرہ — یاد آتش ہے مجھے جلاد کیا کرتے ہیں

خدا بخشے صنم یہ کہکے مجھکو یاد کرتے ہیں — دعائے مغفرت میرے لئے جلاد کرتے ہیں

خدا جانے یہ آرایش کریگی قتل کس کس کو — طلب ہوتا ہے شانہ آئینہ کو یاد کرتے ہیں

یہ شاعر ہیں الٰہی یا مصوّر پیشہ ہیں کوئی — نئے نقشے نرالی صورتیں ایجاد کرتے ہیں

زباں سے اپنے دیوانہ کہا اے ماہرو مجھکو — وہی ہوتا ہے جو صاحب کمال ارشاد کرتے ہیں

پہنتے ہی کفن میلا ہوا جاتا ہے اے آتش — سرائے گور ویران ہے اسے آباد کرتے ہیں

ہنوز ہی کیئے ساغر شراب شیشے میں — ہنوز باقی ہے اپنا حساب شیشے میں

وہ میرزا منش آنکلے شاید اے ساقی — شراب چیدہ رہے انتخاب شیشے میں

بتائے رکھتے ہیں ساقی اگر دیا چاہے — سوال کا ہے ہمارے جواب شیشے میں

یہ ہمسے نشہ میں ہوویگی بے محل حرکت — شراب پیکے پھرینگے کباب شیشے میں

وہ ترک آئے تو دوربیں اپنے حاضر ہے — کباب سیخ پر آتش شراب شیشے میں

سرمہ منظور نظر ٹھہرا ہے چشم یار کو — نیلگوں گنبد اٹھا یا مردم بیمار کو

حسن بے پردہ کا عالم جادہ کرتا تھا ہونہیں — دم پھڑک جاتا ہے عریان دیکھکر تلوار کو

بوٹیاں لپٹے کف پا کی جو صحرا میں اڑیں — رتبہ سیخ کباب آتش ملا ہر خار کو

بید مجنوں دور سے خم ہو گیا تسلیم کو — ہم بگولا سرو قد اٹھا مری تعظیم کو

کیا بادۂ گلگوں سے سرور کیا دل کو — آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو

نظارۂ صورت سے معنی کا خیال آیا — لیلی کے ہوئے مجنوں ہم دیکھکے محمل کو

جو چاہیے سو مانگ آتش درگاہ الٰہی سے — محروم کبھی پھرتے دیکھا نہیں سائل کو

ٹھوکریں مار کے مردوں کو جلاتے نکلو — رشک سے خاک میں زندوں کو ملاتے نکلو

باغ میں آئے ہو ساتھ انکے بھی پہرلو دو کام — کبک طاؤس کا جھگڑا ہی چکاتے نکلو

مشق رفتار کرو گرم روی کی نہ سہی — کون سی چال ہے یہ آگ لگاتے نکلو

نکلتی کس طرح ہے جان مضطر دیکھتے جاؤ — ہمارے پاس سے جاؤ تو پھر کر دیکھتے جاؤ

نسیم نو بہاری کی طرح آئے ہو گلشن میں
تماشائے گل و سرو و صنوبر دیکھتے جاؤ

جدھر جاتے ہو ہر گھر میں سے یہ آواز آتی ہے
مسیحا ہو جو بیمار ون کو دم بھر دیکھتے جاؤ

قدم انداز سے باہر ہوئی جاتے ہیں صاحب کے
ستم رفتار میں کرتی ہے ٹھوکر دیکھتے جاؤ

روش مستانہ چلتے ہو قدم مستانہ پڑتی ہیں
خدا کے واسطے بہر پیمبر دیکھتے جاؤ

نقاب اکدن اولٹ کر تمنے یہ منہ سے نفرمایا
جمال آفتاب ذرہ پرور دیکھتے جاؤ

نہ پھیرو اوس سے منہ آتش جو کچھہ در پیش آ جاوے
دکھاتا ہے جو آنکھوں کو مقدر دیکھتے جاؤ

معشوق نہیں کوئی حسیں تمسے زیادہ
مشتاق ہیں کس ماہ کے انجم سے زیادہ

ٹھوکر ہے تری صاحب اعجاز مسیحا
نالہ تری خلخال کا ہے قم سے زیادہ

حسرت کی نگاہوں سے عیاں حال ہے میرا
گویا ہوں خموشی میں تکلم سے زیادہ

کہتا ہے وہ شوخ آئینہ میں عکس سے آتش
تم ہمسے زیادہ ہو تو ہم تم سے زیادہ

گیسوئے مشکین رخ محبوب تک آنے لگے
چشمہ خورشید میں بھی سانپ لہرانے لگے

ظلم مردون پر کیا مشق خرام یار نے
ہر قدم پر کاسہ سر ٹھوکریں کھانے لگے

مر بھی جاؤں تو نہ آتش گور پر آئے وہ گل
کام تمکین کو غرور حسن فرمانے لگے

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزو تیری
خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری

یقین ہے اٹھکے گی جان اپنی آکے گردن میں
سنا ہے جب سے قریب رگ گلو تیری

شب فراق میں اک دم نہیں قرار آیا
خدا گواہ ہے شاہد ہے آرزو تیری

پڑا ہے ہمنے بھی قرآن قسم ہے قرآن کی
جواب ہی نہیں رکھتی ہے گفتگو تیری

یہ چاک جیب کے حق میں دعائے مجنون ہے
نہو وہ دن کہ درستی کرے رفو تیری

زمانہ میں کوئی تجھسا نہیں ہے سیف زبان
رہے گی معرکہ میں آتش آبرو تیری

حسرت جلوہ دیدار لئے پھرتی ہے
پیش روزن پس دیوار لئے پھرتی ہے

مال مفلس مجھے سمجھا ہے جنوں نے شاید
وحشت دل سر بازار لئے پھرتی ہے

ہیچ لکھا ہے نصیبوں میں مرے راحت سے
خواب میں بھی ہوس یار لئے پھرتی ہے

سایہ ساں حسن کے ہمراہ ہے عشق بیباک
ساتھ یہ جنس خریدار لئے پھرتی ہے

کسی صورت سے نہیں جی کو قرار اے آتش
طپش دل مجھے ناچار لیے پھرتی ہے

وہ صبح عید جو بالائے بام ہوتا ہے
مہ صیام میں روزہ حرام ہوتا ہے

خدا کی یاد جوانی میں غافلو کر لو
وگرنہ وقت فضیلت تمام ہوتا ہے

الٰہی کیوں نہیں خواہاں کوئی صنم اُس کا
یہ دل تو شرط وفا پر غلام ہوتا ہے

کمند شوق ہو درگاہ عشق کی رہبر
یہ آستانہ بلندی میں بام ہوتا ہے

ملازموں میں ہیں سلطان عشق کے ہم بھی
کبھی ہمارا بھی آتش سلام ہوتا ہے

جمال حور و پری پر ہے طعنہ زن مٹی
بلائے جان ہوئی سرخ و سفید تن مٹی

ہمیشہ جھاڑتے ہیں گرد پیرہن غافل
نہیں سمجھتے کہ ہے زیر پیرہن مٹی

زمانہ میں کوئی غربت زدہ نہیں ہم سا
اوڑھی نہ اپنی کبھی جانب وطن مٹی

ہوائے تند سے رہتا ہے بیم بربادی
تپ درون سے کیا ہے زبس بدن مٹی

نہ ہووے قالب خاکی غبار خاطر روح
قبول سینہ کے اوپر ہزار من مٹی

گڑے ہیں اس میں صباحت کے سیکڑوں کشتے
عجب نہیں ہے جو ہووے بوے یاسمن مٹی

کسی نے اف بھی نہ کی شمع جل کے خاک ہوئی
نہ ہووے گی مگر آتش یہ انجمن مٹی

آنکھ پڑتے ہی قرار و صبر و طاقت لے گئے
خال مشکیں دلبری میں گوئے سبقت لے گئے

خاک چھانی ہم سبکروحوں نے مثل گردباد
وادی پرخار سے تلوے سلامت لے گئے

عالم اسباب سے حاصل ہوا آخر کفن
چلتے چلتے آسماں سے ہم بھی خلعت لے گئے

دیدہ و دل نے گھسیٹا کوچۂ محبوب میں
کھینچ کر مجھکو فرشتے سوے جنت لے گئے

دیکھ سکتے تھے کہاں کافر مسلماں کی نمود
کھود کر تربت سے آتش سنگ بت لے گئے

چلی ہے ایسی زمانے میں کچھ ہوا الٹی
کہ سیدھی بات سمجھتے ہیں آشنا الٹی

بیان حالت دل پیش یار ہو نہ سکا
زباں کبھی نہ دم عرض مدعا الٹی

کسی طرح سے نہ ٹوٹا طلسم حسرت و یاس
در قبول سے ٹکرا کے سر دعا الٹی

نگہ ہے حشر کے دن ہم کو سخت جانی سے
ہزار بار چھری آ کے گر قضا الٹی

نگاہ یار کی پھرتی ہی ہم سے اے آتش
زمانہ پھر گیا چلنے لگی ہوا الٹی

شب برات جو زلف سیاہ یار ہوئی
ہمیں سے صبح مہ عید آشکار ہوئی

گذر ہوا جو کبھی مرقد غریباں پر
گھٹا میں چھوٹ ہمیں برق بیقرار ہوئی

بھری ہے دل میں زبس آرزو شہادت کی
تڑپ گیا میں جو تلوار آبدار ہوئی

وفا سرشت ہوں شیوہ ہے دوستی میرا
نکی وہ بات جو دشمن کو ناگوار ہوئی

سنا ہے قصہ مجنوں و وامق و فرہاد
کسیکو عشق کی آتش نہ سازدار ہوئی

موت مانگوں تو رہے آرزوِ خواب مجھے
ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے

نام کو میرے بھی احباب میں اپنے لکھے
ذرہ سمجھا ہے وہ مہر جہانتاب مجھے

دل غنی چاہیئے گو ہوں میں فقیر اے آتش
شیر کی کھال ہی ہے قاقم و سنجاب مجھے

زاہد فریفتہ ہیں مرے نونہال کے
عاشق بزرگ لوگ ہیں اس خردسال کے

ہر شب شب برات ہے ہر روز روز عید
سوتا ہوں ہاتھ گردن مینا میں ڈال کے

تری ابرے پیوستہ کا عالم میں فسانہ ہے
کسی استاد شاعر کی یہ بیت عاشقانہ ہے

گریباں پھاڑ کر دیوانہ نے زنجیر کیوں پہنی
کرے کیا عقل دخل اسمیں جنوں کا کارخانہ ہے

کہا مجنوں نے دنیا سے گذرنا سنکے لیلیٰ کا
کوئی آگے روانہ ہے کوئی پیچھے روانہ ہے

پھراتا ہے عبث واعظ سر اپنا بک کے رندونسے
تکلف برطرف یاں لاابالی کارخانہ ہے

نہ مطلب کشت سے رکھے نہ خرمن سے غرض آتش
سمجھ لے اپنے منہ میں مور جو قسمت کا دانہ ہے

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے
ہم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے

پیامبر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا
زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

نہ پوچھ عالم برگشتہ طالعی آتش
برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

شب فرقت میں یار جانی کی
درد پہلو نے مہربانی کی

جس کو کہتے ہیں چودھویں کا چاند
تیری تصویر ہے جوانی کی

ہوگیا عشق حسن سے ناگاہ
پوچھتے کیا ہو ناگہانی کی

لب جان بخش کے قریب وہ خط
شرح ہے متن زندگانی کی

برق چمکی تو سرفراز کیا
ابر آیا تو مہربانی کی

راحت مرگ کو نہ پوچھ آتش
نرہی قدر زندگانی کی

وہی چتون کی خونخواری جو آگے تھی سو اب بھی ہے
تری آنکھوں کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

وہی نشو و نمای سبزہ ہے گور غریباں پر
ہوائے چرخ زنگاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

وہی سر کا ٹپکنا ہے وہی رونا ہے دن بھر کا
وہی راتوں کی بیداری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

رواجِ عشق کے آئیں وہی ہیں کشور دل میں
رہ و رسم وفاجاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

نیاز خادمانہ ہے وہی فضل الٰہی سے
بتوں کی نازبرداری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

وہی بازار گرمی ہے محبت کی ہنوز آتش
وہ یوسف کی خریداری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

اے صنم جن نے تجھے چاند سی صورت دی ہے
اوسی اللہ نے مجکو بھی محبت دی ہے

تیغ بے آب سے نے بازوے قاتل کمزور
کچھ گراں جانی ہے کچھ موت نے فرصت دی ہے

فرقتِ یار میں رو رو کے بسر کرتا ہوں
زندگانی مجھے کیا دی ہے مصیبت دی ہے

یاد محبوب فراموش نہووے اے دل
حُسن نیت نے مجھے عشق سی نعمت دی ہے

کمر یار کے مضمون کو باندھو آتش
زلف خوباں سی رسا تمکو طبیعت دی ہے

خواہاں ترے ہر رنگ میں اے یار ہمیں تھے
یوسف تھا اگر تو تو خریدار ہمیں تھے

بیداد کے محفل میں سزاوار ہمیں تھے
تقصیر کسیکی ہو گنہگار ہمیں تھے

بے اپنے بہلتی تھی طبیعت نہ کسی سے
دلسوز ہمیں تھے ترے غمخوار ہمیں تھے

جب چلے جاتے تھے لیتے تھے آغوش میں تمکو
مجبور سے رہ جاتے تھے مختار ہمیں تھے

بھڑکانے سے آتش کے جلانے لگے یا تو
الطاف و عنایت کے سزاوار ہمیں تھے

آبلے پاؤں کے کیا تو نے ہمارے توڑے
خار صحرائے جنوں عرش کے تارے توڑے

سلسلہ اپنی گرفتاری کا کب قطع ہوا
پہنی پازیب و نہوں نے جو اُتارے توڑے

مست سمجھا تھی کوئی نشہ کا ہوگا نہ حریص
پی کے مے جام کے دانتوں سے کنارے توڑے

کنج عزلت میں بٹھایا ہے خدا نے آتش
اب جو تم یاں سے ہلے پاؤں تمہارے توڑے

یہ کس رشک مسیحا کا مکاں ہے
زمیں یاں کی چہارم آسماں ہے

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی
قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

[illegible] شرط ہمیشہ — قناعت بھی بہار بے خزاں ہے
بہت آتے ہیں یاد اپنے [illegible] سکیں — خدا خوش رکھے تجکو تو جہاں ہے
قد محبوب [illegible] کہیں سرو — قیامت کا یہ اے آتش نشاں ہے

بادبان کا کام کرتی ہے گھٹا برسات کی — کشتی مے سے موافق ہے ہوا برسات کی
سبزہ [illegible] ہے آجکل — میکدے کو دوڑی جاتی ہے گھٹا برسات کی
غسل کرکے تجکو بھی لازم ہے تبدیل لباس — چاندنی نکھری ہے خوب اے مہ لقا برسات کی
کیفیت مے کا ابر باراں میں ہوا دلکو جو ذوق — ہمنے بے ساقی کے رو رو کر جدا برسات کی
روتے روتے ہو گیا اک برق وش کی یاد میں — قسمت آتش میں لکھی تھی قضا برسات کی

مدہوش کیفیت سے وہ پا ز بلند ہے — اقبال ساغر و خم مینا بلند ہے
پروانے جلتے ہیں تری برق جمال سے — شمعوں کے سر سے آتش سودا بلند ہے
دو ساغر شراب ہیں وہ چشم مست یار — گردن مثال گردن مینا بلند ہے
پوشاک سرخ پہنے ہیں وہ بام پر کھڑے — اپنی نظر میں طور سے شعلا بلند ہے
آتش [illegible] سے جو سحر ہو سفید — شب ہے اخیر صبح کا تارا بلند ہے

کرتا ہے تازہ وحشت [illegible] نئے نئے — آئین تازہ تازہ ہیں قول نئے نئے
شیشے شراب کے رہیں آنکھوں پر کھلے — ایسا گھرے کہ پھر نہ کبھی ابر تر کھلے

فقط

انتخاب دیوان دوم آتش

عاشق شیدا علی مرتضے کا ہو گیا / دل مرا بندہ نصیری کے خدا کا ہو گیا

باراں کی طرح لطف و کرم عام کیے جا / آیا ہے جو دنیا میں تو کچھ نام کیے جا
اے نرگس خودکام مٹے خاک میں کوئی / تو پیروی گردش ایام کیے جا
کاکل کا اشارہ ہی ادھر رخ سے ادھر ہے / مشتاق سے اپنے سحر و شام کیے جا
اولٹی ہے مت اونکی تجھے بوسہ ہی ملیگا / آتش حرکت قابل دشنام کیے جا

رہا کرتا ہے درد اک رات دن پہلو میں / دل نالاں ہوا ہے خانہ بیمار پہلو میں

آرزو ہے تجھے سجدے سحر و شام کریں / ہمہ تن ہو کے زباں ورد ترا نام کریں
میرے ماتم میں وہ کپڑے نہ سیہ فام کریں / خود بھی رسوا نہوں مجکو بھی نہ بدنام کریں
شب کو جاتا ہوں تو منہ پھیر کے وہ کہتے ہیں / نیند آتی ہے ہمیں آپ بھی آرام کریں
باغباں خیر چمن کا بھی کوئی کام کریں / سرو قمری کو عنادل کو گل انعام کریں
آتش آغاز محبت کا ہوا انجام بخیر / خاک پر تیری قدم رنجہ گل اندام کریں

بہار لالہ و گل سے لگی ہے آگ گلشن میں / گریباں پھاڑ کر چل بیٹھے صحرا کے دامن میں
سنا ہے عاشقوں سے برق وش بھی نام جو اپنا / تماشا دیکھتے ہیں وہ لگا کر آگ خرمن میں
نہیں روزن جو قصر یار میں پروا نہیں ہمکو / نگاہ شوخ رخنہ کرتی ہے دیوار آہن میں
طریق عشق میں آتش قدم سنبھالا نہ گذریگا / گریباں میں بھی ہے جب لگی ہے آگ دامن میں
شریف کعبہ کو کعبہ مبارک ہم تو اے آتش / بتوں کے گھورنے کو جاتے ہیں دیر برہمن میں

اسیر لطف و کرم کی رہائی مشکل ہے / نگیں کو نام سے تیرے جدائی مشکل ہے
پھرایا سر کو ترے زمزموں نے اے بلبل / خفا نہ ہو تو کہوں خوشنوائی مشکل ہے
حیا سے یار نے بدلا جو کیف مے میں رنگ / یقیں ہوا یہ ہمیں پارسائی مشکل ہے

بہار آئی مراد چمن خدا نے دی / شگفتہ غنچے ہوئے بوئے گل صبا نے دی
دکھائے روئے مخطط نے یار کے اعجاز / گلیم پوش کو پیغمبری خدا نے دی
کفن کی فکر ہمارے لیے بھی واجب ہے / نقاب کی جو تمھیں مشورت حیا نے دی

عزیز داغ محبت کو رکھتے ہو آتش
مگر اس کو غریب نرگس مستانہ آتا ہے
فراق یار میں دلپر نہیں معلوم کیا گزری
سمجھتے ہیں مرے دل کی وہ کیا نافہم و ناداں ہیں
طلب بیا کو کرکے زن مریدی ہو نہیں سکتی
ہمیشہ فکر سے یاں عاشقانہ شعر ڈھلتے ہیں
صبا کی طرح ہر اک غیرت گل سے ہیں الگ چلتے
خدا کا گھر ہے بتخانہ ہمارا دل نہیں آتش
جاں بخش لب کے عشق میں ایذا اوٹھائیے
اگلی بہار میں جو ہمیں لے چلے جنوں
دکھلائے حسن یار کا جلوہ ہمیں جو عشق
مفلس ہوں لاکھ پر بھی دل کو نید ہی ہے دہن
فصل بہار آئی پیو صوفیو شراب
دہن پر ہیں اون کے گماں کیسے کیسے
زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
تمہارے شہیدوں میں داخل ہوئے ہیں
بہار آئی ہے نشہ میں جھومتے ہیں
نہ مڑکر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
بہار گلستاں کی ہے آمد آمد
دل و دیدۂ اہل عالم میں گھر ہے
غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں
کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے

نشانی اپنی ہے کس لالہ گوں قبا نے دی
اولٹتی ہیں صفیں گردش میں جب پیمانہ آتا ہے
جو اشک آنکھوں سے آتا ہے سو بیتابانہ آتا ہے
حضور شمع بے مطلب نہیں پروانہ آتا ہے
خیال آبرو ہے ہمت مردانہ آتا ہے
زباں کو اپنی بس اک حسن کا افسانہ آتا ہے
محبت ہے سرشت اپنی ہمیں یارانہ آتا ہے
مقام آشنا ہے یاں نہیں بیگانہ آتا ہے
بیمار ہو کے ناز مسیحا اوٹھائیے
چن چن کے داغ لالۂ صحرا اوٹھائیے
کس کس طرح سے لطف تماشا اوٹھائیے
یوسف کو قرض لیکے تقاضا اوٹھائیے
بس ہو چکی نماز مصلا اوٹھائیے
کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
گل و لالۂ دار عواں کیسے کیسے
مریدان پیر مغاں کیسے کیسے
تڑپتے رہے نیمجاں کیسے کیسے
مٹے ناميوں کے نشاں کیسے کیسے
خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے
تمہارے لیے ہیں مکاں کیسے کیسے
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے
مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے

چپ ہو گیوں کچھ منہ سے فرماؤ خدا کیواسطے
آدمی سے بت نہ بن جاؤ خدا کیواسطے

چلا وہ راہ جو سالک کے پیش پا آئی
ٹھہر گیا جو کہیں ہوئے آشنا آئی

لیا جو بوسہ تو ہنس کر یہ اوس صنم نے کہا
خدا سے شرم نہ ایسے بندہ خدا آئی

شراب اون کو پلا کر ہوئی پشیمانی
وہ بے حجاب ہوئے تو مجھے حیا آئی

ہوئے دور سے خوشگوار راہ میں ہے
خزاں چمن سے ہے جاتی بہار راہ میں ہے

گدا نواز کوئی شہسوار راہ میں ہے
بلند آج نہایت غبار راہ میں ہے

شباب تک نہیں پہونچا ہے عالم طفلی
ہنوز حسن جوانی یار راہ میں ہے

عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں
نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے

طریق عشق کا سالک ہے واعظوں کی نہ سن
ٹھگوں کے کہنے کا کیا اعتبار راہ میں ہے

جگہ ہے رحم کی یار ایک ٹھوکر اس کو بھی
شہید ناز کا تیرے مزار راہ میں ہے

سمند عمر کو اللہ رے شوق آسائش
عناں گسستہ و بے اختیار راہ میں ہے

نہ بدرقہ ہے نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے
فقط عنایت پروردگار راہ میں ہے

بجائیں آپ بھی دو پہرے گرمی کی
بہت سی گرد بہت سا غبار راہ میں ہے

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

پتا یہ کوچۂ قاتل کا سن رکھ اے قاصد
بجائے سنگ نشاں اک مزار راہ میں ہے

تھکیں جو پانوں تو چل سر کے بل ٹھہر آتش
گل مراد ہے منزل میں خار راہ میں ہے

عدم سے جانب ہستی تلاش یار میں آئے
ہوائے گل میں ہم کس وادی پرخار میں آئے

اشارہ ہے یہ اونکے لب شیریں کے خالونکا
ملانے کو نمک ہم شربت دیدار میں آئے

لگے جس بزم میں روشن چراغ حسن سے کر دی
بہار تازہ آئی تم اگر گلزار میں آئے

کیا ہے حسن نے سلطان خوباں چاہیے تمکو
ملے داد اونکی فریادی جو ہیں سرکار میں آئے

بجا کرتی ہیں نجومی احتمال صدق کذب آتش
بہت سے مختلف احوال بھی اخبار میں آئے

معرفت میں تیری ذات پاک سے
اوڑتے ہیں ہوش و حواس ادراک کے

انتخاب دیوان غافل

شانے سے یہ موگیسو سفاک کا ٹوٹا
یا رشتۂ جاں عاشق غمناک کا ٹوٹا

دم ٹوٹ گیا بادہ پرستوں کا چمن میں
گلشن میں اگر خوشہ کوئی تاک کا ٹوٹا

مت باندہ سر سنبل بیتاب کو اتنیں
کیا لطف جو حلقہ تری فتراک کا ٹوٹا

نظارۂ خوباں سے یہ آنکھیں نہوئیں سیر
رشتہ نہ ہماری نگہ پاک کا ٹوٹا

وہ موج سبک لطمہ ہوں اس بحر میں غافل
دل جس سے نہ خار و خس خاشاک کا ٹوٹا

بیخبر موت سے اپنی ہے یہ ناداں کیسا
آکے یاں بھول گیا آپ کو انساں کیسا

چشم انصاف سے ٹک دیکھ تو اے کبک
چہرۂ یار ہے کیا مہ تاباں کیسا

کچھ پیا خاک نے کچھ مور و مگس نے کھایا
تشنۂ خوں تھا ترا خنجر براں کیسا

نہ زمیں ہوتی ہے شق اور نہ فلک پھٹتا ہے
نالہ کرتا ہے تو غافل شب ہجراں کیسا

رات چہرے پہ جو داطرۂ حیا نہ ہوا
اک تو دیوانہ تھا میں اور بھی دیوانہ ہوا

اس سے کیا اور مرا مرتبہ ہوویگا کہیں
پیر میخانہ ہوا راہب بتخانہ ہوا

یاد آیا کوئی میخوار اسے کیا ساقی
آبدیدہ جو ترے ہاتھ میں پیمانہ ہوا

قصۂ درد مرا جس نے سنا ہو غافل
کب پسند اُس کے بھلا اور کا افسانہ ہوا

آفت جان نہ فقط یار کا انداز ہوا
جی کے دشمن ہیں سبھی غمزہ ہوا ناز ہوا

کونسا وصل کا اسلوب تھا میرے انکے
ان بتوں سے تو مرا کام خدا ساز ہوا

بوئے گل آتی ہے ابتک مرے پیراہن سے
وصل کی رات لپٹنا ترا غماز ہوا

حال دل جس سے چھپاتا تھا میں اپنا غافل
وہی مونس وہی ہمدم وہی ہمراز ہوا

عہد پیری میں بھی غفلت نہ گئی اپنی دریغ
خواب میں ہم رہے اور صبح کا آغاز ہوا

آکے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد
نہ رہی دشت میں خالی کوئی جا میرے بعد

میان میں اُس نے جو کی تیغ قضا میرے بعد
خون گرفتہ کوئی کیا اور نہ تھا میرے بعد

دوستی کا بھی تجھے پاس نہ آیا ہے ہے
تو نے دشمن سے کیا میرا گلا میرے بعد

گرم بازاری الفت ہی مجھی سے ورنہ
کوئی لینے کا نہیں نام وفا میرے بعد

منہ پہ لے دامن گل روئینگے مرغان چمن
باغ میں خاک اڑائیگی صبا میرے بعد

اب تو ہنس ہنس کے لگاتا ہے وہ مہندی لیکن
خون رلائیگا اسے رنگ حنا میرے بعد

سنکے مرنے کی خبر یار مرے گھر آیا
یعنی مقبول ہوئی میری دعا میرے بعد

ذبح کرکے مجھے نادم یہ ہوا وہ قاتل
ہاتھ میں پھر کبھی خنجر نہ لیا میرے بعد

برگ گل لائی صبا قبر پہ میرے نہ نسیم
پھر گئی ایسی زمانے کی ہوا میرے بعد

تہ شمشیر یہی سوچ ہے مقتل میں مجھے
دیکھیے اب کسے لاتی ہے قضا میرے بعد

شرط یاری یہی ہوتی ہے کہ تو نے غافل
بھول کر بھی نہ مجھے یاد کیا میرے بعد

نے گریباں ہی میں حالت ہے نہ ہے دامن میں تار
اے جنوں چھوڑا نہ تو نے ایک پیراہن میں تار

عشق بت میں ہم اسے زنار سمجھے اے جنوں
بچ رہے گر جیب کے دو چار بھی گردن میں تار

کیا کہوں میں کاٹ شمشیر نگاہ یار کا
صاف اے غافل گزر جاتا ہے جوں تن میں تار

شانہ تو چھٹا زلف پریشاں سے الجھکر
سلجھا نہ یہ دل کاکل پیچاں سے الجھکر

لیتا ہے خبر کون اسیران بلا کی
ہم مر گئے تاریکی زنداں سے الجھکر

آثار قیامت کہیں جلدی ہوں نمایاں
گھبرائے ہے جی اب شب ہجراں سے الجھکر

اے تیر فگن بس ہے یہی مجکو تمنا
چھوٹے نہ رگ جاں تری پیکاں سے الجھکر

مت بحث رقیباں کج اندیش سے غافل
بے قدر نہو ایسے سفیہاں سے الجھکر

تجکو اے بلبل مبارک ہو یہ سامان بہار
دم کی دم مثل صبا ہیں ہمتو مہمان بہار

سبزۂ بیگانہ ہوں اس گلستان دہر میں
نے سزاوار خزاں ہوں نہیں شایان بہار

جسگھڑی فوج سپاہ گلشن میں صف آرا ہوئی
کام آئے سب سے پہلے مرد میدان بہار

دیدۂ خونبار گر تعلیم گریہ دے اسے
شبنم گل سے ابھی پیدا ہو طوفان بہار

آب رنگ گل ہمارے گریۂ خونیں سے ہے
دیدۂ پرخون ہے پیمانۂ سامان بہار

ترک جاں سے اسقدر حاصل ہوئی انکو خوشی
ہنس رہی ہیں مثل گل زخم شہیدان بہار

کیا توقع رکھیے اے غافل کسی سے چلتے وقت
ایک دست خار نے کھینچا نہ دامان بہار

دیکھے دشمن جو مرا حال تو کہتا افسوس
دوست ہو کر تمھیں افسوس نہ آئے افسوس

جس کماں ابرو پہ سو جان سے قربان ہوں ہم
ہدف تیر وہ اوروں کو بنائے افسوس

جس کی دیدار کی حسرت میں ہو جی آنکھوں میں
مرتے دم وہ ہمیں صورت نہ دکھائے افسوس

آہ آوارہ پھرے دشت طلب میں غافل
اور خضر بھی اُسے رستہ نہ بتائے افسوس

کیوں نہ بہک جاویں شہر سے بیاباں تک
شانہ پھر لگا جانے زلف عنبر افشاں تک

رفتہ رفتہ رسوائی اپنی دور پہونچے گی
چاک جیب جاوینگے ایک روز داماں تک

تھا جو مانع گریہ شب کو بیم رسوائی
اُلٹے پھر گئے آنسو آکے نوک مژگاں تک

چند روز ہی یونہی گر تغافل صیاد
مر ہی جائیں گے ہمتو موسم بہاراں تک

اپنے رونے کی غافل کچھ بھی ہے خبر تجکو
خون میں تر تو دامن سے ہو گیا گریباں تک

کیونکر یہ تف اشک سے مژگاں میں لگی آگ
شبنم سے کہیں بھی ہے نیستاں میں لگی آگ

نہ اُس سے دھواں نکلے ہے نہ شعلہ اُٹھے ہے
یہ طرفہ ہمارے دل نالاں میں لگی آگ

آتش جو ہمارے تن پر داغ کی بھڑکی
دامن سے بجھائی تو گریباں میں لگی آگ

شاخیں شجر بید سے آہو نے رگڑ کر
وہ شعلہ نکالا کہ بیاباں میں لگی آگ

اللہ رے گرمی مے انگور کی غافل
اک جام کے پیتے ہی دل و جاں میں لگی آگ

قفس بلبل کا سوئے گلستاں لانے سے کیا حاصل
وہ اگلے چہچہے پھر یاد دلوانے سے کیا حاصل

نہیں کچھ دیدہ عاشق تمھارے عکس کی آکیر
جو تم نے آئینہ دیکھا تو شرمانے سے کیا حاصل

کس نے نگاہ ہوش ربا کی تھی سوئے گل
پانی کے چھینٹے دیتی ہے شبنم بروئے گل

ہم کو ادائے غنچہ سے مفہوم یہ ہوا
مرغ چمن یہ لائیگی آفت نموئے گل

اس گلستاں میں کس سے کہیں اپنی سرگذشت
پالے ہیں ہمتو مرغ چمن میں بھی خوئے گل

مرقد پہ میرے پھول رکھے کیوں نسیم نے
مجکو تو اس کے ہاتھ سے تھی آرزوئے گل

غافل بقول مصرعہ اُستاد یار بن
نشتر سی کچھ دماغ میں لگتی ہے بوئے گل

جلوہ برق کم نما ہیں ہم
ہے جو ہستی یہی تو کیا ہیں ہم

وصل میں بھی نہیں مجال سخن
اس رسائی پہ نارسا ہیں ہم

ہے مکدر مزاج یار تو ہو
چتونوں میں وہ شوخ کہتا ہے
خوف محشر ہی کیا ہمیں غافلؔ

گر شمع رخاں پردہ چہرے سے اُٹھا دیویں
اُن ظلم کے ماروں کو کب بزم میں جا دیویں
تقریر میں خوباں کے اعجاز نرالا ہی
اُن لوگوں سے کیا رکھیں امید جواب خط
وہ کونسا دن ہی جو ہم مجرم الفت پر
کیا نالہ کریں سوز دل مرغان چمن غافلؔ

صدمۂ ہجر مری جان اُٹھانے کی نہیں
اپنے مجنوں کی ذرا دیکھ تو بے پروائی
روز و شب اُسکی اطاعت ہی میں رہنا غافلؔ

مبتلا رنج مکافات میں فرزانے ہیں
کس کی آمد ہی جو ساقی نے تکلف یہ کیا
آمد آمد جو سُنی ہی تری لے غیرت شمع
اب بھی باز آئے اگر غیر کے ملنے سے وہ شوخ
مہر و مہ جنکی ہیں خیرات کے ساغر غافلؔ

کوئی تو ہی مجلس آرائے طرب زیر زمیں
گو رہی شاید ہماری منزل مقصود بھی
ملک ہستی سے جو اے غافلؔ گئے سوئے عدم
ایک سی توقیر واں دیکھی گدا و شاہ کی

ہی کسے شوق شہادت میں خیال گردن
تیرہ بختی کو مری جیسے ملا حسن قبول

مثل آئینہ باصفا ہیں ہم
قہر ہیں فتنہ ہیں بلا ہیں ہم
پیرو آل مصطفےٰ ہیں ہم

ہر ساکن محفل کو پروانہ بنا دیویں
جو شمع مجالس کو آہوں سے بجھا دیویں
زندوں کو کریں مردہ مردیکو جلا دیویں
جو خط بھی کبھی ہم کو لکھیں تو مٹا دیویں
تلوار وہ بت کھینچے اور سر نہ جھکا دیویں
ہم طرز فغاں اپنی جبتک نہ سکھا دیویں

تو نہ آئیگا تو کیا موت بھی آنے کی نہیں
پیرہن چاک ہی اور فکر سلانے کی نہیں
یار بگڑے گا تو کچھ بات بن آنے کی نہیں

پرسش حشر سے فارغ ہیں جو دیوانے ہیں
کہ گلابی ہیں سبو سرمئی پیمانے ہیں
مہتمم آج مرے بزم میں پروانے ہیں
وہی باتیں وہی چرچے وہی یارانے ہیں
اندنوں اپنی تصرف میں وہ پیمانے ہیں

آگے پیچھے جو چلے جاتے ہیں سب زیر زمیں
رہ گئے چلنے سے جویائے طلب زیر زمیں
ہم کو اک خلقت نظر آئی عجب زیر زمیں
(ق) قیصر و جم کا نہیں کرتے ادب زیر زمیں

شمع ساں ہی ہمیں سر اپنا وبال گردن
خال رخسار کہیں ہی کہیں خال گردن

پردۂ شب میں کوئی نور سحر چھپتا ہے
کہیں نہاں جو ہیں ہو حسن و جمال گردن

گر خوشی قتل میں ہو اسکی تو ہوں اسمیں بھی خوش
نہ غم سر ہے مجھے اور نہ ملال گردن

استعارے میں یہ جائز ہے اگر اے غافل
باندھے ہے طوق طلائی کو ہلال گردن

بہار آئی ہے مے بھریئے ساتگینوں میں
کہ لطف بادہ کشی ہے انھیں مہینوں میں

گمان شعلۂ فانوس ہو تینگے کو
جو دیکھے دست حنائی اُن آستینوں میں

بلند ہے وہ مرا بام فلک اے غافل
فلک بھی زینۂ اول ہے جنکے زینوں میں

اسی پہ پڑتی ہے آنکھ اپنی نازنینوں میں
ملے ہو جس سے شباہت تری حسینوں میں

شب فراق میں بہلائیں کس سے دل اپنا
نہ ہمدم مونس کوئی ہے نہ ہمنشینوں میں

جہاں جہاں عرق افشاں وہ ماہرو گذرا
چمک رہے ہیں ستارے سے اُن زمینوں میں

تو نکلے ناز اٹھاتے ہیں جو کہ اے غافل
عوض دلوں کے ہیں کیا سنگ انکی سینوں میں

افشاں نہیں ہو سنبل مشکین یار میں
تارے چھٹک رہے ہیں یہ صبح بہار میں

نقش قدم کی طرح ترے رہگذار میں
آنکھیں مری سپید ہوئیں انتظار میں

مینائے سبز رنگ ہمارا جو سرو ہے
غنچے سے کم نہیں ہے گلابی بہار میں

اللہ ری شرم حسن کہ مجنوں کو دیکھکر
چھپ چھپ گیا ہے ناقۂ لیلی غبار میں

اے غیرت مسیح خبر اسکی جلد لے
غافل تڑپ رہا ہے ترے انتظار میں

تر اشک خوں سے گوشۂ داماں ہے اندنوں
کیا آب رنگ پر یہ گلستاں ہے اندنوں

باہر ہیں اپنے جامے سے دیوانگان عشق
ازبسکہ جوش فصل بہاراں ہے اندنوں

ہے موسم بہار جنوں خیز اسقدر
سو جامے گل کا چاک گریباں ہے اندنوں

بیدار بخت ہمسا زمانے میں کون ہے
بالیں خواب زانو سے جاناں ہے اندنوں

غافل ہے بسکہ غلام دین محمدی
آگئے جو گبر تھا وہ مسلماں ہے اندنوں

کیا بیداد ظاہر کرکے تونے آسماں مجھکو
شرار سنگ کے مانند رکھا تھا نہاں مجھکو

غنیمت ہے یہ باہم بیٹھنا اے بت کوئی دم پر
خدا جانے فلک پھینکے کہاں تجھکو کہاں مجھکو

تماشا ہو جو شب کو آنکھ لگی ہیں اور کروں دھوکے
نہ ٹوکے پاسباں مجھکو نہ روکے دربان مجھکو

تماشائے گلستاں کی نہیں پروا مجھے اے غافل
دکھائی فکر رنگیں نے بہار بوستاں مجھکو

خاک پر مارے ادب سے کے نہ گرائے آنسو
ہم نے چہرے ہی پہ مل مل کے سکھائے آنسو

رحم تجھکو تو دم ذبح نہ آیا مجھپر
دیدۂ جوہر خنجر میں بھر آئے آنسو

ضبط گریہ نہوا یار کے آگے مجھ سے
میں نے کتنا ہی مژگاں میں چھپائے آنسو

آتش داغ جگر بجھ نہ سکی کیا اُن سے
تا بہ دامن ہو گئے آنکھ چرائے آنسو

قصۂ غم کو مرے شمع شبستاں سنکر
اتنا روئی کہ لگن میں نہ سمائے آنسو

یک بیک آ جو گیا سامنے وہ مہر لقا
غافل اسوقت نہ ہم پونچھ پائے آنسو

کہاں تلک کوئی مجنوں صفت خراب پھرے
کہیں وہ لیلی محمل نشیں شتاب پھرے

خوش اُس گلی سے نہ ہم خانماں خراب پھرے
اگر پھرے بھی تو با دیدۂ پر آب پھرے

بدل بہار سے ہوئے خزاں گلشن غم
جو پھر بھی جا کے کبھی موسم شباب پھرے

خیال جس کا کہ بیداری میں رہے ہر دم
اُسی کی آنکھوں میں صورت میاں خواب پھرے

بس فنا بھی یہی آرزو تھی غافل کی
غبار بن کے ترے ہمرہ رکاب پھرے

لڑاتے ہیں ستارے آنکھ اُن مخمور آنکھوں سے
کیا ہے شرم کے پردے کا شاید دور آنکھوں سے

کیا ہے قتل اک عالم کو جھنکے لال ڈورے نے
خداوندا بچا نا مجکو اُن مخمور آنکھوں سے

نہیں اے شمع اسکی بزم میں گر حکم رونے کا
تو ہم آنسو نہ گرنے دینگے تا مقدور آنکھوں سے

نگاہ یار ہم سے آج بے تقصیر پھرتی ہے
کسیکی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے

مرقع ہے مری آنکھ نہیں کیا یاران رفتہ کا
جو نظروں کے تلے ہر ایک کی تصویر پھرتی ہے

ترا دیوانہ جب سے اُٹھ گیا صحرا سے وحشت سے
بگولے کیطرح سے ڈھونڈھتی زنجیر پھرتی ہے

تری تلوار کا منہ جیسے پھر جائے تو پھر جائے
ہماری آنکھ کب قاتل نہ شمشیر پھرتی ہے

کبھی تو کھینچ لائیگی اُسے گور غریباں تک
کہ مدت سے ہماری خاک دامنگیر پھرتی ہے

بیاں کس منہ سے ہووے یار کی شیریں کلامی کا
زباں پر اپنی ابتک لذت تقریر پھرتی ہے

مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچے میں بے توقیر پھرتی ہے

فراق گل میں تو اتنا عبث نالاں و مضطر ہے
بہار رفتہ پھر آئے بلبل دلگیر پھرتی ہے

در باب اثر تک ایک دن جاتے نہیں دیکھا
خدا جانے کہاں یہ آہ بے تاثیر پھرتی ہی

خدا شاہد ہی اُس کا پھر نہیں ملتی نہیں ملتی
طبیعت جس سے اپنی اوبت بی پیر پھرتی ہی

ہم اُس لیلی کی دیوانے ہیں اے غافلؔ جو صحرا میں
بغل میں اپنے مجنوں کے لیے تصویر پھرتی ہی

چمن کوچۂ جاناں سے یہ کیا آتی ہے
ناز کرتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے

صبح کس طرح سے ہوگی شب یجور فراق
نہ تو نیند آتی ہے مجکو نہ قضا آتی ہے

کس طرح قافلۂ ملک عدم کو ڈہونڈ ہیں
نقش پا ملتے ہیں نہ بانگ درا آتی ہے

چھوڑ جاتا ہی وہ جب گھر میں اکیلا مجکو
در و دیوار سے رونے کی صدا آتی ہے

اس چمن میں کوئی دل کس سے لگائے غافلؔ
کون سے گل میں یہاں بوے وفا آتی ہے

اُٹھا دے رخ سے رنگیں اگر پردہ اُٹھانا ہے
گل خورشید سے اکدن ہمیں تجکو ملانا ہے

گنے جاتی ہیں ہم بھی اُس گل رعنا کی کشتوں میں
بسنتی چادر مدفن ہی گلگوں شامیانا ہے

جہاں بات اُس شعلہ رو کی چلی ہے
تو پھر شمع کیا بے جلائے جلی ہے

جلایا تھا تو نے پتنگے کو جس میں
اُسی آگ میں شمع تو بھی جلی ہے

دو رنگی ذرا باغ دنیا کی دیکھو
جو روتی ہی شبنم تو ہنستی کلی ہے

کہیں آنسوؤں سے نہ دہو ڈالیں آنکھیں
ابھی خاک اُس در کی منہ سے ملی ہے

کُھدا اسمیں ہے نام شیر خدا کا
مرا دل ہی غافلؔ کہ نادعلی ہے

غازے سے فروزاں رخ پر نور نہو جاے
ڈرتا ہوں پری سے تو کہیں حور نہو جائے

دکھلائیں ترے رشے عرقناک کا عالم
گر شبنم گل باغ سے کافور نہو جائے

جب ذکر چلے اس رخ پر نور کا غافلؔ
خاموش چراغ شر طور نہو جائے

جس کے دلبر ہوں لگی ناوک مژگاں کتنے
قتل کرتے ہو اُسے تم بھی ہو ناداں کتنے

شور زندان میں ہی نے خانہ زنجیر میں غل
اک مرے مرتے ہی گھر ہوگئے ویراں کتنے

اذیت مصیبت گوارا کرینگے
ولیکن نہ شکوہ تمہارا کرینگے

اُٹھائے کوئی نازِ مشاطہ کب تک
ہمیں بال تیرے سنوارا کرینگے

جو بالیں پہ آیا دم نزع قاتل
نہ بولیں گے ہم نے کچھ اشارا کرینگے

[illegible] ہیں [illegible] تر ہیں جو آنسو
جہاں [illegible] شمع کے جلتے ہوں غافل
نالے کے سوا بات نکلتی نہیں لب سے
ہر طرح وہ عاشق کے تئیں مار رکھے ہے
کیا لطف ہی غافل جو غزل کر گئے موزوں
مے خوردہ جو وہ نرگس شہلا نظر آئے
اٹھ جائے جو غفلت کا در چشم سے پردا
ہم بے طلب یار نجائیں کبھی غافل
زخم گردن پہ مرے طوق گریباں نجائے
گلشن دہر سے میں خاک کروں گلچینی
بعد مردن بھی خیال آئے جو رونے کا تجھے
لوٹتا جائے اگر دامن جاناں اسیر
یا رہن جام اگر ہاتھ میں لوں اے غافل
گلے پر ہاتھ سے اپنے رواں شمشیر میں نے کی
جو چھیڑا ہو گا خوباں نے تو بولا ہو لگا کچھ میں بھی
گلستا ن جہاں سے ایک برگ گل نہ ہاتھ آیا
خجل ہو کر ہماری آہ یوں نالے سے کہتی ہے
کٹی وقات عشرت ہی میں لے غافل مری اب تک
نہ لگے داغوں کی طرح زخم بھی پنہاں کرتے
ہمنے یہ درد محبت میں مزا پایا تھا
مانع سیر عدم تار نفس ہیں اپنے
نفس چند ہی باقی تھے مری زیست کے کاش
قافلے والے ٹھہرتے جو ذرا اے غافل

یہی راز دل آشکارا کریں گے
وہاں کس طرح ہم گزارا کرینگے
ڈر ہے کہ اٹھا دیں نہ مجھے بزم طرب سے
شوخی سے تغافل سے ترحم سے غضب سے
کوئی بھی تو مضمون الگ باندھتے سب سے
تو صبح گلستاں کا تماشا نظر آئے
اس آئینہ دل ہی میں کیا کیا نظر آئے
ہم کو در فردوس بھی گردا نظر آئے
بے سری آئے تو وہ بھی سر و ساماں نجائے
ہاتھ جس گل کو لگاؤں گل حرماں نجائے
خاک اڑا کے مری ابر بہاراں نجائے
سبزہ تربت کا مرے خار مغیلاں نجائے
موج مے میرے لیے خنجر براں نجائے
نہ بن آئی جو کچھ مجھسے تو یہ تدبیر میں نے کی
مثال ساز کس دن خود بخود تقریر میں نے کی
نگہ کی طرح سیر گلشن تصویر میں نے کی
نہ کچھ تاثیر تو نے کی نہ کچھ تاثیر میں نے کی
جہاں میں شاد کس دن خاطر دلگیر میں نے کی
وہ نہ تھے ہم کہ جو قاتل کو پشیماں کرتے
مرتے مرجاتے ولے اسکا نہ درماں کرتے
کھلتی زنجیر تو ہم قصد بیاباں کرتے
اب بھی آجاتے وہ اگر [illegible] تو احساں کرتے
بیٹھکر گریہ سے گور غریباں کرتے

باز آؤ کہیں اب بھی ستانے سے کسی کے
حاصل مجھیں کیا ہوگا گڑ ہانے سے کسی کے

انبوہ خلائق مرے لاشے پہ ہنوز ہے
ایسا نہو جی اُٹھوں میں آنے سے کسی کے

ٹھکرا کے نہ چل خاک کے سوتوں کو تو ای شوخ
ہرگز یہ نہ جاگینگے جگانے سے کسی کے

پھر مجھسا لشر ہاتھ نہ آئیگا تمھارے
مجھکو نہ کرو قتل سکھانے سے کسی کے

نالے مرے سُنکر یہ کہا یار نے غافلؔ
نیند آتی نہیں شور مچانے سے کسی کے

ہمنے جو دل میں ٹھانی تھی وہ بات کر گئے
نامِ فراق سنتے ہی جی سے گذر گئے

کب اُن سبک روؤں کا نشاں قدم ملا
جو اس چمن سے مثل نسیم سحر گئے

غافلؔ پہ مہرباں نہ ہوا وہ شباب میں
کہنے کو بات رہ گئی اور دن گذر گئے

شب کو جس بزم میں وہ ماہ فرنگ آتا ہے
پہلے واں شمع کے آنے سے تنگ آتا ہے

چشم بیمار تری ہرج جو خونخوار سی ہے
بادہ نوشی سے کب آنکھوں میں یہ رنگ آتا ہے

ضبط کرتا ہوں تو لگتی ہے بدن میں آگ
نالہ کرتا ہوں تو صیاد یہ تنگ آتا ہے

جان لینے کی تو ہیں یاد ہزاروں گھاتیں
دلفریبی کا بھی تجکو کوئی ڈھنگ آتا ہے

تبذل بسکہ فن شعر ہوا ہے غافلؔ
کوئی شاعر مجھے کہتا ہے تو ننگ آتا ہے